علم غیب

قرآنِ حکیم کی روشنی میں

سلسلۂ مکتوباتِ محمود نمبر (۳)

علمِ غیب

قرآنِ حکیم کی روشنی میں

رسالہ نگار کے اعتراض پر ایک نظر

تالیف

فاضل العصر اسعد العلماء مولانا مولوی حضرت فقیر ابوسعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی

ناظم مدرسہ جانشین سجادگان مہدویہ

شعبۂ اشاعت مجلس تنظیم المہدویہ حیدرآباد دکن نے شایع کیا

سنہ ۱۳۵۹ھ

کتبہ سید محمد مہدوی

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اور اللہ یوں نہیں کہ غیب کی باتوں پر تم کو آگاہ کر دے لیکن (کسی کو آگاہ

کرنا چاہتا ہے تو) اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

مُبَشِّراً وَّمُحَمِّداً وَّمُصَلِّیاً

"علم غیب" سے متعلق بڑے بڑے مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں اور جلیل القدر علماء متقدمین و متاخرین نے اپنی اپنی تصانیف میں تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ اور اسلام کے بعض فرقوں سے اِس مسئلے پر معرکۃ الآرا مناظرے بھی ہوئے ہیں کیونکہ یہ بھی اہم مسایل میں داخل ہے اصل یہ ہے کہ "علم غیب" سے متعلق قرآن مجید میں جتنی آیات اور احادیث شریفہ میں جتنی روایات ہیں اُنکا انداز بیان اپنے اپنے موقع و محل کے اعتبار سے جدا جدا واقع ہوا ہے جن کی باہمی تطبیق میں بعض لوگوں نے غلطی کی اور بعضوں نے رائے قائم کرنے میں اتنی بے اتفاقی برتی ہے کہ اُن سے احادیث متواتر ہی نہیں بلکہ آیات کلام اللہ تک چھوٹ گئیں۔

چنانچہ "رسالہ نگار" ماہ فبروری ۱۹۳۵ء شمار ۲ جلد ۲۷ میں مسئلہ مہدیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"بات یہ ہے کہ پیشنگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابلِ لحاظ نہیں کیونکہ "علم غیب" کے جاننے سے خود رسول اللہ نے صراحۃً انکار کیا ہے۔ اور اس نوع کی روایات" صرف پروپاگنڈا کے لیے وضع کر لی گئی ہیں۔"

نگار نے پیشنگوئیوں کی احادیث کو دو وجہ سے ناقابلِ لحاظ ٹھہرایا ہے۔ ایک تو یہ کہ "خود رسول اللہؐ نے علم غیب کے جاننے سے انکار کیا ہے"۔ دوسری یہ کہ ایسی روایات کوئی اصلیت نہیں رکھتیں بلکہ محض پروپاگنڈا کے لیے وضع کر لی گئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نگار نے مسئلہ مہدیت کے متعلق ابن خلدون کے خیالات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ غور کرنا چاہیے تھا کہ بڑے بڑے مفسرین و محدثین و اکابر اسلام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے میں ایک مؤرخ کے اُن ذاتی خیالات کو جو اُس کی ناقص درایت پر مبنی ہیں کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے آخر بزرگانِ سلفِ صالحین سے بے اتفاقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت صلعم کی احادیث متواترہ اور کلام اللہ کی آیات واضحہ کا انکار لازم آرہا ہے کیونکہ علم حدیث سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر مخفی نہیں کہ پیشنگوئیوں کی کئی احادیث ایسی مستند اور متواتر موجود ہیں کہ جن کی صداقت کا انکار نقل و عقل کے خلاف ہے۔ بلکہ احادیث کا ایک ذخیرہ ایسا بھی ہے کہ جس کی مطابقت و تائید قرآن مجید کی آیات سے ہوتی ہے۔

اور خصوصاً حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے متعلق متعدد احادیث ہیں جن میں صرف علاماتِ مہدی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن آمدِ مہدی علیہ السلام میں تو سب متفق ہیں۔ اسی لیے علمار کرام مجئی مہدیؑ کی خبروں کو متواتر ماننے پر مجبور ہوئے ہیں۔

غرض ایسی مہتم بالشان روایات کی نسبت یہ کہدینا کہ " اس نوع کی روایات صرف پروپاگنڈا کے لیے وضع کرلی گئی ہیں" اصول منقول کے خلاف ہے اور غیر معقول! کیونکہ مہدیؑ سے متعلق جو روایات ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ راویوں کے زمانے اور ظہور مہدیؑ کے زمانے میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف پروپاگنڈا کے لیے بعثتِ مہدیؑ کی روایات وضع کرلی ہوں۔ بتایئے کہ ایسی روایات کے وضع کرنے سے اُن لوگوں کو اُنکی ضروریات و مصالح میں کیا فائدہ حاصل ہوا ہوگا جن کا وقوع صدیوں بعد ہونے کی خبر دی گئی ہے؟!!! کیا واضعینِ روایات کا ایسا کوئی مقصد بتایا جاسکے گا؟ چونکہ اِس وقت ہمارا مقصود بیان اور ہے اس لیے ہم اس پر بحث کرنا نہیں چاہتے۔

"فہرست نگار" کا یہ قول زیر بحث ہے کہ:۔

"بات یہ ہے کہ پیشگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابل لحاظ نہیں کیونکہ علم غیب کے جاننے سے خود رسول اللہ نے صراحتہً انکار کیا ہے"

یہاں "نگار" نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مستند فرامین و خصوصیات کے ایک اہم حصے کو ناقابلِ لحاظ قرار دینے کی حیرت انگیز جراُت کی ہے جس سے

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید غیبی اور تعلیم وہبی کا بھی انکار ظاہر ہو رہا ہے۔!!!

اور یہ ایسی بحث ہے کہ اس کو طے کیے بغیر عام پیشگوئیوں اور ذات مہدیؑ وضرورت ذات مہدیؑ کی احادیث وروایات پر بحث وتمحیص اور مذہب مہدویہ سے متعلق "نگار" کے دیگر اعتراضات پر رد وقدح سب کچھ بے سود رہ جاتے ہیں۔

اس لیے ہم اس حصہ مضمون پر بحث کرنا مقدم اور ضروری سمجھتے ہیں اور ناظرین کرام سے التماس کرتے ہیں کہ ہمارے اس مضمون کو نہایت غور وتامل سے ملاحظہ فرمائیں کیونکہ ہم نے جواب کے ساتھ ساتھ مفید عام بنانے کا زیادہ خیال رکھا ہے۔

فقیر محمود غفرلہٗ

حامد و مصطفیٰ

"علمِ غیب" کا مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ انسان کن کن ذرائع سے علم حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد علم غیب کے معنی اور اُس کا مفہوم خود بخود نہایت سہولت کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے واضح ہو کہ "علم" جاننے کو کہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ لکھنا پڑھنا علم کے اہم ذرائع ہیں لیکن نفس علم نہیں ہیں۔ اس لیے علم سے مراد صرف "جاننا" ہے اور یہی معنی ذہن نشین رکھنا چاہیے۔

انسان کو علم وساطت سے یا بغیر کسی وساطت کے حاصل ہوتا ہے۔ بغیر وساطت کی تین صورتیں ہیں:—

(۱) **وِجدان** = جیسے کہ انسان کو اپنے وجود کا علم بغیر کسی ذریعے کے خود بخود ہو جاتا ہے یا بھوک پیاس اور اندرونی تکالیف کا علم بغیر کسی کے معلوم کرائے خود بخود ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حواس خمسہ کی مدد کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جس شخص کی بصارت جا چکی ہو۔ سماعت اور قوت شامّہ بھی مفقود ہو گئی ہو۔ زبان بھی بے حس ہو چکی تو ظاہر ہے کہ حواس سے محروم ہونے کے باوجود اس قسم کے انسان کو بھوک یا اندرونی تکالیف کا علم ہو جاتا ہے۔

(۲) فطریات ۔ خلّاقِ عالم حیوانات کی ہر نوع کو اُس کی خصوصیت و ضرورت کے لحاظ سے ابتدا ہی میں فطرتاً بعض چیزوں کا علم عطا کر دیتا ہے مثلاً مچھلی کے بچے کسی کے سکھائے بغیر خود تیرنے لگتے ہیں۔ درندے کے بچے کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اس کی فطری غذا گوشت ہے۔ چرندوں کے بچے گھاس پات کے سوا گوشت ہرگز نہیں کھاتے اگرچہ بھوک سے کتنے ہی بیتاب کیوں نہ ہو گئے ہوں۔ اسی طرح آدمی کے بچے کو رونا دودھ پینا کس نے سکھایا؟ یہ فطری علوم ہیں جو بغیر کسی توسط کے خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔

(۳) بدیہیات ۔ انسان کچھ ہوش سنبھالنے کے بعد بغیر کسی کے بتائے خود معلوم کر لیتا ہے کہ سُرخ و سیاہ ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ آفتاب نکلتا ہے تو دن ہوتا ہے۔ یہ بدیہیاتِ اوّلیہ ہیں۔ یعنے وہ امور جو مقدمات یا قیاس و استقراء یا اسباب و علل کے بغیر خود بخود کھُلّم کھُلّا معلوم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح وساطت اور ذریعے سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی بھی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً حواس خمسہ کے ذریعے علم حاصل کرنا جیسے دیکھکر موجودات کی صورت و ہیات کا علم حاصل کرنا۔ سونگھ کر خوشبو اور بدبو کی تمیز کر لینا۔ سُننے سے مختلف قسم کی آوازیں چکھنے سے ترشی و شیرینی تلخی و تیزی اور چھونے سے گرمی و سردی یا نرمی و سختی کا معلوم کر لینا۔ اس کے علاوہ اسباب و علل، اصوات[۱] و خطوط[۲] اشارات[۳] و نصب[۴]۔ عقل و استدلال

---

[۱] جیسے الفاظ اور آوازوں سے مفہوم پیدا کرنا۔ [۲] جیسے حروف ہندسے اور دوسری لکیروں سے مفہوم پیدا کرنا۔
[۳] اشاروں کے ذریعے مفہوم پیدا کرنا جیسا کہ فوج میں جھنڈیوں اور سرچ لائٹ سے کام لیا جاتا ہے۔
[۴] نشانات سے مفہوم پیدا کرنا جیسے سٹرک پر یا ریلوائی لائن پر اور سمندر میں نشانات نصب کیے جاتے ہیں۔

اور تجربات ومشاہدات کے ذریعے بھی علم حاصل ہوتا ہے مثلاً مشاہدہ ہے کہ ابر کے بغیر بارش نہیں ہوتی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ابر پیش خیمہ ہے بارش کا۔ اسیطرح تجربہ اور عقل واستدلال کے ذریعے سے بھی بعض معلوم چیزوں سے نامعلوم چیزوں کا علم اور جزئیات سے کلیّات کا علم ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ہم نے ایک پتھر آسمان کی طرف پھینکا وہ زمین پر آرہا اسی طرح اور دو چار چیزیں پھینکیں وہ بھی زمین کی طرف لوٹ آئیں اب ہم نے سمجھ لیا کہ عموماً جو چیز آسمان کی طرف پھینکی جاتی ہے زمین پر واپس آجاتی ہے اس طرح ایک کلیہ کا علم حاصل ہوگیا۔

غرض اس قسم کے علوم کی کوئی حد نہیں ہے۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ سائنس نجوم ورمل وغیرہ مختلف قسم کے صدہا علوم وفنون اور ہزارہا اختراعات وایجادات کی حیرتناک ترقیاں آج جو نظر آرہی ہیں وہ انھیں مذکورہ ذرایع علم کے نتائج ہیں۔ یہ فی الحقیقت اُس ترقیٔ معرفت کی قوت کا اثر ہے جسے خلّاق عالم نے انسان میں وَدیعت فرمادی ہے جس کی وجہ انسان بتدریج ترقی کرتے ہوئے اپنی اپنی استعداد وصلاحیت کے موافق کمال حاصل کرتا ہے۔

یہ بات حیوانات میں نہیں پائی جاتی کیونکہ حیوان کو نوعی خصوصیات کے لحاظ سے اس کی ضروریاتِ زندگی کا علم اس کی پیدائش کے وقت ہی دیدیا جاتا ہے اسی لیے ہر حیوان اپنے بقائے وجود کے مفید ومضر اسباب سے ابتدا ہی میں فطرتاً واقف ہوجاتا ہے۔ لیکن انسان ترقیٔ معرفت کی قوت کے ذریعے اپنے بقائے وجود کے مفید وُمضر امور سے بتدریج واقفیت حاصل کرتا ہے۔ مثلاً گھوڑے کا بچہ گوشت نہیں کھائے گا شیر کا بچہ گھاس نہیں چھوئے گا۔

لیکن انسان کے بچے کے سامنے زہر بھی رکھدیا جائے تو بلا تامل منھ میں ڈال لیتا ہے۔ حتیٰ کہ آگ جیسی دہکتی انگارہ چیز کو بھی ہاتھ میں لینے سے نہیں جھجکتا۔

ہرن کو اس طرح پالیے کہ کبھی جنگل کی صورت دیکھ سکے نہ اس کو کسی درندے کا علم ہونے پائے اس کے باوجود اگر درندے کا سامنا ہو جائے تو آپ دیکھ لینگے کہ بو پاتے ہی بھاگ نکلنے کی حتی الامکان کوشش کرے گا۔ مگر ایسا انسان جس نے عمر بھر کبھی سانپ کا نام بھی نہ سنا ہو اور نہ اس کی زہریلی خاصیت سے واقف ہوا ہو اگر کبھی سانپ کو دیکھ پائے تو کوئی خوف و ہراس اس پر طاری نہ ہوگا۔

غرض انسان کی ساری ترقیوں کا راز اس کی قوتِ معرفت میں مضمر ہے۔ جو بتدریج ترقی پذیر ہوتی ہے۔ چنانچہ سالہا سال سے حیوانات کی معاشرت اپنی اپنی فطرت کے مطابق ایک حال پر قائم ہے۔ بیا کا گھونسلا۔ خرگوش کا بِوْدا۔ شیر کی گوئی میں کوئی فرق نہ آیا لیکن انسان کی معاشرت کیا سے کیا ہوگئی ہے اور اس کے علم و عمل کا ارتقا کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا ہے۔؟!!! یہ عقل و معرفت کی ترقی ایک بدوی اور وحشی سے لے کر ارسطو اور افلاطون تک بلکہ اس سے بھی بدرجہا بڑھکر ہر انسان کی استعداد و قابلیت کے لحاظ سے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ پائی جائے گی اور عام انسانوں کو عقل و معرفت کی ترقی، علم کے وسائل و ذرائع کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

غرض کہ انسان کے اکتسابی علوم وساطت و ذرائع، مثلاً حواس خمسہ۔ عقل و استدلال۔ اسباب و علل۔ تجربات و مشاہدات۔ تعلیم و تعلّم وغیرہ امور پر منحصر ہیں۔ اگر یہ نہوں تو انسان کا علم صرف وجدانیات۔ فطریات اور بدیہیات تک محدود رہ جائے گا۔

لے۔ حاشیہ صفحہ (۱۱) مولوی عبد الحق صاحب محدث دہلوی "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ" امام فخر الدین رازی "غیبہ" سے مراد صرف
قیامت کی خبر لیتے ہیں (معتزلہ وغیرہ کے) اس اعتراض سے۔ اور اُن شبہات سے بچنے کے لیے کہ
بعض "غیب" کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہیں"۔ تفسیر حقانی جلد ۷ صفحہ ۲۴۴۔

اس پر قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ "ظنیت و قطعیت کا بیّن فرق ہوتے ہوئے علم غیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار میں کیوں تامل کرنا چاہیے!

احقر کا خیال یہ ہے کہ توسّط اور بلا توسط کا فرق، ایک دلیل واضح اور بُرہان قاطع ہے اسلیے
ہم کو نہ معتزلہ وغیرہ کے ایسے اعتراض سے بچنے کی ضرورت ہے نہ ظنیت و قطعیت کی بحث کی
ضرورت!! کیونکہ کاہنوں وغیرہ کے علم کو زیر بحث "علم غیب" سے کوئی نسبت ہی نہیں!!! چنانچہ
احقر نے اس پر بادلیل بحث کی ہے۔

محمود غفرلہ

اگر ہم حیدر آباد میں بیٹھے ہوئے دہلی کے کسی عزیز کی کیفیت معلوم کرنا چاہیں اور ٹپہ۔ ٹیلیفون۔ لاسلکی یا قاصد وغیرہ کوئی ذریعۂ علم ہمارے پاس نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ہم اپنے عزیز کی کیفیت نہیں معلوم کر سکیں گے۔ اگر سارے ذرایع علم مفقود ہونے کے باوجود بھی ہم بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیں تو یہ "**علم غیب**" ہوگا۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے کہ :۔

وَالمُرادُ بِهِ الخفی الَّذی لَا یُدْرِکُهُ الحِسُّ وَلَا تقتضیه بَدَاهَةُ العَقلِ۔	غیب اس پوشیدہ چیز کا نام ہے جسے نہ قوتِ حس ادراک کر سکتی ہے نہ بداہت عقل پا سکتی ہے۔

اور امام رازیؒ "یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

قولُ الجمهورِ المفسرینَ اَنَّ الْغَیْبَ هُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ غَائِبًا عَنِ الحَاسَّةِ	جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے غائب ہو۔

اس سے "علم غیب" کا مفہوم صاف ظاہر ہے کہ "علم غیب" اُن امور کے جاننے کو کہتے ہیں جو انسان کے حواس ظاہری و باطنی سے غائب ہوں اور اکتسابِ علم کے تمام موجودہ وسائل وذرائع اُن امور کو جاننے سے قاصر رہیں۔

"علم غیب" کی اِس تعریف کے لحاظ سے ہر دانشمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا "علم" انسان کی طاقت سے باہر ہے اور اگر تفصیلی و غائر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ انسان کو امور غیب کا علم بغیر ذریعہ و توسط کے حاصل ہونا محال ہے حتیٰ کہ نبی و خلیفۃ اللہ کیوں نہ بن جائے۔!

اگر کوئی طبیب کسی مریض کی اندرونی کیفیات کا علم کسی کے بتائے بغیر حاصل کر لیتا ہے تو یہ فن نبّاضی کا کمال اور ذہانت و قوائے دماغی کی خداداد

قابلیت کا آئینہ دار ہے۔

اسی طرح ایک نجومی کی پیشنگوئی کا دار و مدار اس کے خاص علم حساب پر ہوتا ہے اور ایک زمانے میں بعض لوگ بغیر کسی حساب و کتاب کے غیب کی باتیں بیان کردیتے تھے جن کو کاہن کہا جاتا تھا اُن کے علم کا دارو مدار بھی محض غیبی ہستیوں مثلاً جنوں وغیرہ کے تعلقات پر مبنی تھا جو ایک مخصوص ریاضت و عمل کی وجہ سے حاصل ہوتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ خود جنات کو بھی کسی طرح علمِ غیب پر قدرت نہیں کیونکہ اُن کا علم بھی محدود اور غیر یقینی ہوتا ہے۔ البتہ انسانی حدودِ حواس سے اُن کی حدود کچھ مُتجاوز اور مُتغایر ہوتی ہیں اسی لیے بعض امور جو انسانی حواس سے غائب رہتے ہیں اُن سے وہ مطلع رہتے ہیں۔ لیکن خود ان کے حدودِ حواس سے جو امور غائب ہوں اُن کا علم حاصل نہیں کرسکتے۔! یہی حال فرشتوں کا بھی ہے حالانکہ فرشتوں کے حدودِ حواس جنات سے بہت برتر ہیں۔ لیکن اپنے حدود سے مُتجاوز علم حاصل کرنا اُن کے بس کی بات نہیں۔

غرض جب اللہ کے نبی و خلیفہ کو امورِ غیبیہ کا قطعی و یقینی علم رکھنے کے باوجود "عالم الغیب" نہیں کہہ سکتے تو اِن اکتسابی اور غیر قطعی علوم پر "علم غیب" کا اطلاق کیسے ہوسکتا ہے!! اس لیے کہ نبی کو جو بھی علم حاصل ہوتا ہے توسّط اور وسیلے ہی سے ہوتا ہے خواہ وہ توسط کسی مخصوص فرشتے کا ہو یا خود ذات باری تعالیٰ کا آخر توسط و ذریعہ تو ضرور ہے۔!

اسی لیے مذہب اسلام میں یہ امر مسلّم ہے کہ "علم غیب" سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔	اللہ حاضر و غائب کا جاننے والا ہے ۔

یہاں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے علمِ بے پایاں میں عیاں ہے تو اُس کو "عالم الغیب" کہنے کے کیا معنی؟ "عالم الغیب" کہنا تو اُس وقت صحیح ہوگا جب کہ کوئی چیز اس سے غائب رہے اور کسی ذریعہ و توسط کے بغیر اس کو علم ہوجائے ۔ واقعہ یہ ہے کہ علم شہادت اور "غیب" کا استعمال انسان کے لحاظ سے کیا گیا ہے ۔ یعنے جو چیزیں انسان کے حدود میں موجود ہیں اور جو چیزیں غائب ہیں اُن سب کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔

غرض آیت مذکورہ کے الفاظ صاف و صریح ہیں کسی قسم کی تفسیر و تاویل کی ضرورت نہیں ۔

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرم کی زبانی توضیح کرادی ہے کہ :۔

(۱) قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ (اعراف رکوع ۳)	اے محمد صلعم آپ کہدو کہ آسمانوں اور زمین میں خدا کے سوائے کوئی غیب کا جاننے والا نہیں اور میں خود غیب نہیں جانتا ہوں ۔
(۲) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۔ (اعراف رکوع ۲۳)	اگر میں غیب جاننے والا ہوتا تو اپنا بہت سا فایدہ کرلیتا ۔
(۳) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۔ (انعام رکوع ۸)	اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوائے کوئی نہیں جانتا ۔

اِن آیات سے واضح ہے کہ "غیب کا جاننا خدائے قدوس ہی کی صفت ہے اس کے سوائے خواہ انسان ہو کہ جن ۔ شیطان ہو کہ فرشتہ کوئی نہیں جان سکتا ۔ حتیٰ کہ نبی و خلیفۃ اللہ کیوں نہ ہو!

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مسئلہ علم غیب کی بادلیل توضیح ہوچکی ہے

اب اس کا دوسرا رُخ ملاحظہ ہو!

اِس مسئلے کے متعلق اِسلامی کتب مستندہ کا مطالعہ کیجئے تو بعض کتابوں میں ایسی بحث بھی آپ کو ملے گی جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم کو بھی علم غیب تھا۔ یہ اصل میں حقیقت و مجاز کا فرق رکھنے والی نوعیت ہے اسکی توضیح یہ ہے کہ "لفظ" جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اُسی معنی کے لیے استعمال کیا جائے تو اِس کو حقیقت کہتے ہیں۔ اگر کسی لفظ کو ایسے معنوں کے لیے استعمال کیا جائے جس میں اُس کے اصلی معنوں کا کوئی جُزو پایا جاتا ہو تو اُس کو مجاز کہتے ہیں مثلاً شیر کیلیے لفظ شیر کا استعمال حقیقت ہے۔ کیونکہ یہ لفظ انھیں معنوں کے لیے وضع ہوا ہے۔ اگر کسی انسان کو شیر اس لیے کہا جائے کہ اس میں شیر کی صفات کا ایک جُزو "شجاعت" موجود ہے تو ایسا استعمال مجاز کہلائے گا۔

اسی طرح علم غیب کی تعریف جس علم پر پوری پوری صادق آسکتی ہے وہ علم سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ حقیقت ہے۔

اور مجاز کی توضیح یہ ہے کہ خلیفۃ اللہ کو امورِ مغیبہ کا علم مخصوص فرشتے کے ذریعے یا خود ذات باری تعالےٰ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور یہ دونوں وسیلے ایسے ہیں کہ جن کو اپنے اختیار اور کوشش سے حاصل کرنا طاقت بشری سے خارج ہے۔ دقیق سے دقیق علم کسب و اکتساب سے حاصل ہونا ممکن ہے لیکن اِس طرح کا علم ناممکن۔ اسی لیے ایسے علم کو "وہبی علم" کہتے ہیں۔ جس کے لیے کسب و کوشش مفید نہیں ہوتی بلکہ وہاب ذوالقدرت والکمال جس کو چاہتا ہے اس کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خلیفۃ اللہ کا ایسا علم اگرچہ ذریعہ اور وسیلہ ضرور رکھتا ہے

لیکن وہ ایسا وسیلہ ہے کہ اکتساب علم کے سارے وسائل وذرائع اور قوائے انسانی کی پوری مکمل قوتیں صرف کردینے کے بعد بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اگویا خلیفۃ اللہ کا یہ علم غیبیت اور وہبیت کا مظہر ہے۔ اسی لیے ایسے علم کو بھی "علم غیب" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لحاظ سے "علم غیب" ضرور ہے۔ پس ایسی صورت میں علم غیب کا استعمال "مجاز" کہلائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی ایسی آیتیں ملتی ہیں جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہونے کا ذکر ہے قولہ تعالیٰ:۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ (سورۂ تکویر) | (حضرت صلعم غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں بخیل کا لفظ آپ کے صاحب علم غیب ہونے پر صاف دلالت کررہا ہے۔ کیونکہ بخیل وہی ہے جس کے پاس زرودولت ہو اور ضرورت پر کام نہ لے اگر کسی کے پاس زرودولت ہی نہ ہو اور وہ ضرورت پہ خرچ نہ کرسکے تو اسکو مفلس و محتاج کہتے ہیں بخیل نہیں کہتے۔ پس لفظ "ضنین" کی نفی سے یہ مفہوم صاف ظاہر ہو کہ حضرت محمد صلعم غیب کی باتیں بیان کرنے میں سخی ہیں یعنے عالم الغیب ہیں اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث بھی ہے کہ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ وَاِنِّىْ اَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا وَاٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا۔

حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں اس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہوگا اور اس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو دوزخ میں داخل ہوگا۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم کے قوائے ظاہری و باطنی اور آپ کا احساس وادراک ساری دنیا کے انسانوں سے بلند و بالاتر تھا۔ اور آپ

عالم الغیب تھے۔ اور حدیث کی کتابوں میں اِس نوع کی بہت ساری مستند احادیث موجود ہیں۔

اِس طرح جہاں حضرت محمد صلعم کی طرف علمِ غیب کو منسوب کیا گیا ہے وہ مجازی صورت ہے حقیقی تعریف اس میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ مجاز کی ایسی بعض صورتیں خود اللہ تعالیٰ کی نسبت بھی پائی جاتی ہیں مثلاً قولہ تعا

کِتَابُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّرَحْمَۃً] موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت ہے۔

حالانکہ یہ ثابت ہے کہ توریت اللہ کی کتاب تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی تصنیف نہ تھی صرف ایک نسبت کی وجہ مجاز کا استعمال کیا گیا ہے۔

حاصِل کلام یہ کہ جن علماء نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ اِضافی ہے ذاتی نہیں ہے۔ پس یہ اَمر مُتحقق ہے کہ علم غیب کی پوری پوری تعریف جس علم پر صادق آتی ہو وہ علم سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا اسی لیے آیات کریمہ اور احادیث شریفہ میں صراحتہً واضح کر دیا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہی عالم الغیب ہے۔

اب ہم ناظرین کرام کو "نگار" کے اُس قول کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو کہا ہے کہ "

"بات یہ ہے کہ پیشنگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابل لحاظ نہیں۔ کیونکہ علم غیب کے جاننے سے خود رسول اللہ نے صراحتہً انکار کیا ہے۔"

یہ صحیح ہے کہ خود رسول اللہ صلعم نے علم غیب کے جاننے سے صراحتہً انکار کیا ہے کیونکہ علمِ غیب سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں ہے اور ہم نے بھی عام لوگوں کی واقفیت کے لیے بادلیل اس کی توضیح کر دی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ جب آنحضرت صلعم کو علم غیب نہیں ہے تو "پیشنگوئیوں کی جتنی احادیث ہیں وہ کسی طرح چنداں قابلِ لحاظ نہیں" سراسر غلط ہے

اِس لیے کہ آنحضرت صلعم اگرچہ صفت علمِ غیب سے بالذّات متّصف نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن اقسامِ مُغیبہ سے واقف کرایا ہے اس سے انکار کرنا آیاتِ قرآنی کا انکار ہے اور آیاتِ قرآنی کے انکار کا نتیجہ معلوم!!!

چنانچہ اس باب میں قرآن مجید کی صاف وصریح آیات موجود ہیں :۔

(۱) عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (جن جزء ۲۹)

اللہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے آگاہ کرتا ہے۔

(۲) وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَاءُ ۔ (آل عمران)

اور اللہ یوں نہیں کہ غیب کی باتوں پر تم کو آگاہ کرے لیکن (کسی کو آگاہ کرنا چاہتا ہے تو) اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔

(۳) وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔ (بقرہ)

اور وہ خدا کے ایک ذرۂ علم کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر اتنے کا جتنے کا وہ چاہے۔

(۴) اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۔ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۔ (نساء رکوع ۱۷)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ سب کچھ معلوم کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔

(۵) وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ۔ (نحل رکوع ۱۲)

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے ہر چیز کا بیان کرنے کے لیے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُجَاھِدٍ اَنَّہٗ قَالَ یَوْمًا | ابوبکر بن مجاہد کی روایت ہے کہ انھوں نے ایک ن۔۔

مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْعَالَمِ اِلَّا وَھُوَ فِیْ کِتَابِ اللہِ تَعَالٰی (اتقان)

کہا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔

اور صاحب تفسیر "عرائس" نے لکھا ہے کہ:۔

وَھُوَ کِتَابُہُ الْمَکْنُوْنُ وَخِطَابُہُ الْمَصُوْنُ یُخْبِرُ عَمَّا کَانَ وَیَکُوْنُ مِنْ کُلِّ حَدٍّ وَعِلْمٍ

اللہ اس کی کتاب جو چھپی ہوئی ہے اور اس کا وہ خطاب جس کی حفاظت کی گئی ہے خبر دیتے ہیں پورے پورے علم و حد کیساتھ ہر اس چیز کی جو ہو چکی اور ہونیوالی ہے۔

(۶) وَعَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا:

اور ہم نے انکو (محمد صلعم کو) ہمارے پاس سے ایک علم سکھا دیا ہے

غرض مذکورہ آیات کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امورِ غیبیہ سے واقف کرایا ہے اور اس سے انکار کرنا نقل و عقل کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقالہ نگار صاحب نبی اور خلیفۃ اللہ کو مافوق العادت خصوصیات کا لحاظ کیے بغیر عام انسانوں کی حیثیت میں دیکھنا چاہتے ہیں اس لیے بے راہ ہو جاتے ہیں کیا جو کلمہ گو ہوتے ہوئے اور قرآن مجید کو اللہ کا کلام تسلیم کرتے ہوئے وحی الہام اور کشف سے انکار کر سکتے ہیں؟ اور کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہبی علم کے یہ ذرایع دنیا کے عام انسانوں کو کسب و اکتساب سے حاصل ہو سکتے ہیں؟

یہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہر شخص اپنی جد و جہد سے نبی و خلیفۃ اللہ نہیں بن سکتا خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس منصب کے لیے منتخب فرما لیتا ہے اور ابتدا ہی سے اس کو ایسی استعداد و صلاحیت عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ اس بار نبوت و خلافت کا حامل بن سکے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے استفاضہ کر سکے۔ اسی لیے خلیفۃ اللہ کی پیدایش کے وقت ہی سے مافوق العادت امور کا اظہار ہونے لگتا ہے جنکو علماء کرام

علایم ارہاصیہ کہتے ہیں۔ پس جس طرح نوع انسان میں مختلف قسم کی استعداد رکھنے والے اصناف پائے جاتے ہیں مثلاً ادیب۔ شاعر۔ فلسفی۔ مہندس۔ صناع وغیرہ وغیرہ اسیطرح خلفاء الٰہی بھی ایک صنف ہے اور نوع انسانی کی اس بلند پایہ مقدس صنف کو چند ایسے خصوصیات ولوازم عطا کردیے جاتے ہیں کہ اس کو دوسرے اصناف انسانی سے ممتاز بنا دیں۔

اس مقدس صنف کی ایک اہم خصوصیت "استفاضہ اور افاضہ" ہوتی ہے یعنے اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل کرنا اور اس کو عام انسانوں تک پہنچانا۔ یہ "وہبی علم" کہلاتا ہے۔ وہبی علم کے تین ذرائع ہیں۔ وحی۔ الہام۔ کشف پھر وحی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وحی توسط جو مخصوص فرشتے کے ذریعے بھیجی جاتی ہے دوسری وحی بلاتوسط جس میں کسی ذریعے کے بغیر خود ذات باری تعالیٰ سے علم حاصل ہوتا ہے وہبی علم اور اس کے یہ تینوں ذرائع نبی و خلیفۃ اللہ کے لیے اسی طرح یقینی ہوتے ہیں جسطرح کہ انسانی علم کی تینوں قسمیں یعنے وجدانیات۔ فطریات۔ و بدیہیات۔ اور وجدانی کیفیت جس طرح سب میں یقین کا اعلیٰ درجہ رکھتی ہے اسطرح وحی بھی سب سے زیادہ یقینی اور قطعی ہوتی ہے۔ اسی لیے وحی کو جس طرح خود مُوحیٰ اِلَیہ (نبی) کے لیے قطعی اور یقینی قرار دیا گیا ہے اسی طرح دوسروں کے لیے بھی قطعی و یقینی اور قابل حجت و عمل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف الہام اور کشف صرف اسی کے لیے قطعی ہے جس پر وہ ظاہر ہو۔ اور دوسروں کے لیے ظنی قرار دیا گیا ہے۔

اس مختصر سی توضیح سے ظاہر ہے کہ خلیفۃ اللہ کا صاحب وحی ہونا اس کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل اور خاتم الانبیاء ہیں تو آپ

بدرجۂ اولیٰ صاحبِ وحی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (نجم)	(حضرت محمد صلعم) جو بولتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بولتے بلکہ وہی بولتے ہیں جو انکو وحی کی جاتی ہے۔

اِس آیتہ کریمہ میں "وَمَا يَنطِقُ" کے الفاظ عمومیت تامّہ کا مفہوم رکھتے ہیں۔ اِس لیے آنحضرت صلعم کا ہر قول وحی ہے خواہ وہ آیات قرآنی ہوں یا احادیث شریفہ جن کی سند حضرت رسول اللہ صلعم کی طرف صحیح ہو۔

اِسی لیے علماء نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق وحی کی دو قسمیں قرار دیں۔ وحی متلو۔ وحی غیر متلو۔ وحی متلو میں جو الفاظ، اللہ کی طرف سے معلوم کرائے جاتے ہیں اُن کی پابندی وحفاظت لازم ہوتی ہے اور اس کو کلامُ اللہ یا آیات قرآنی کہا جاتا ہے۔ اور وحی غیر متلو میں ایسی پابندی نہیں ہوتی بلکہ رسول "منشاءِ الہٰی کی توضیح اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ گویا احادیث شریفہ آیات کلام اللہ کی صحیح تفسیر اور تعمیل قوانین قرآنی کی تعلیم کا فائدہ دیتی ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ جب آپ صاحب وحی ہیں اور آپ کا ہر قول تعلیم خداوندی پر مبنی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ "امورِ مغیبہ" کی بھی جو خبریں آپ نے دیں منجانب اللہ دی ہیں چنانچہ یہ بات قرآن مجید کی اُن آیات سے ثابت ہے جو اوپر مذکور ہو چکیں۔

اَب ملاحظہ فرمائیے کہ "نگار" نے کیسی سخت ترین غلطی کی ہے جو محض حضرت مہدیؑ کی بعثت کی حدیثوں کا انکار کرنے کیلئے تمام پیشنگوئیوں کو ناقابلِ لحاظ ٹھہرادیا!!!

ہم چاہتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم نے جن امورِ مغیبہ کو بیان فرمایا ہے اُن کی مختصر سی فہرست کو پیش کریں اور دریافت کریں کہ ان میں سے کونسی چند اں قابل لحاظ اور کونسی

چند ان نا قابل لحاظ ہیں؟!!!

واضح ہو کہ امورِ غیبیہ کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت اُن امور سے متعلق ہے جو حدودِ حواسِ ظاہری و باطنی سے باہر ہوں یعنے خارج عن الادراک امور بھی امورِ غیبیہ میں داخل ہیں جیسے دوزخ اور جنت کا علم۔ فرشتوں کا علم وغیرہ۔ اور آنحضرت صلعم کو ان امورِ غیبیہ سے مطلع کیا گیا ہے جیسا کہ آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے ظاہر ہے۔

(**۲**) دوسری صورت زمانہ گذشتہ سے متعلق ہے۔ زمانۂ گذشتہ کے ایسے واقعات جن کا علم کسی کو نہ ہوا ہو اور انسانی وسائل و ذرائع اُن واقعات کے علم و ادراک سے قاصر رہے ہوں تو ایسے واقعات کے علم کو بھی قرآن نے امورِ غیبیہ میں داخل کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے امورِ غیبیہ کا علم وحی کے ذریعے عطا فرما کر یہ بھی جتلا دیا گیا کہ اس سے پہلے ان کا علم تم کو تھا نہ تمھاری قوم کو تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے مختصر قصے کے بعد فرمایا ہے کہ

تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ہود)

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم ان کو وحی کرتے ہیں آپ کی طرف۔ اِن کو اس سے پہلے آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔

حضرت مریمؑ کے مختصر قصّے کے بعد فرماتا ہے:۔

ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران)

یہ غیب کی خبریں ہیں جنھیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپ اُن کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے اقلام (نہر میں) ڈال رہے تھے کہ انہیں سے کون مریم کا کفیل ہوگا اور آپ نہ تھے اُنکے پاس جبکہ وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

حضرت یوسفؑ کے پورے قصے کے بعد فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ (یوسف) | یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں حالانکہ آپ اُن کے پاس نہ تھے۔

ان آیات سے دو باتوں کا ثبوت مل رہا ہے ایک تو گذشتہ واقعات جن تک رسائی علم کے عام ذرائع سے نہ ہو اُن کو قرآن نے علوم مغیبہ میں داخل کیا ہے۔ دوسرے آنحضرت صلعم کو ایسے امورِ مغیبہ سے مطلع کیا گیا ہے۔

(۳) امورِ مغیبہ کی تیسری صورت زمانۂ موجودہ سے متعلق ہے۔ زمانہ موجودہ کے ایسے واقعات جن کو انسانی قوائے ظاہری و باطنی اور اسباب و وسائل معلوم نہ کرسکیں بغیر کسی ذریعے و توسط کے معلوم کرلینا امورِ مغیبہ میں داخل ہے۔ مثلاً حاملہ کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اس کا یقینی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ (لقمان) | اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔

روایت سے ثابت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے امورِ مغیبہ حاضرہ کا علم بھی عطا کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ام الفضلؓ نے کہا کہ میں ایک دفعہ آنحضرت کے ساتھ جا رہی تھی اور اس وقت مجھے حمل بھی تھا آنحضرت نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لانا۔ جب میں نے اسکو جنا اور حضرت کی خدمت میں لائی تو آپ نے اس کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

اگر آج کی ترقی یافتہ سائنس کے ذریعے کوئی ایسا آلہ ایجاد کرلیا گیا ہو جس سے پیٹ کا حمل دیکھا جاسکے۔ تب بھی ممکن ہے کہ نر و مادہ کی تمیز یقینی و قطعی کیجاسکتی ہو

ولو بالفرض یہ ممکن بھی ہو جائے تو اس کو علم غیب میں ہرگز داخل نہیں کیا جاسکے گا کیونکہ علم غیب کی شان تو یہی ہے کہ بغیر کسی ذریعے و توسط کے حاصل ہو جسکی توضیح کیجا چکی ہے۔

صحاح ستہ کی روایت ہے کہ آپ کے زمانے میں حبش کے مسلمان بادشاہ نجاشی کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے اس کی خبر دی اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ یہ ایک حیرتناک واقعہ ہے اس لیے کہ حجاز اور حبش کا یہ طویل فاصلہ عبور و مرور کی یہ دشواریاں۔ ذرائع حمل و نقل کی مشکلات تھیں نہ ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف نہ لاسلکی۔ ان ساری دشواریوں کے باوجود آپ نے بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیا کہ نجاشی کا انتقال ہوگیا۔ یہ ہے علم غیب جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کیا تھا۔!!

(۴) امورِ مغیبہ کی چوتھی صورت زمانۂ آیندہ سے متعلق ہے۔ یعنے آیندہ پیش آنے والے ایسے واقعات کو بھی امورِ مغیبہ میں شامل کیا گیا ہے۔ جنکو انسانی وسائل علم پوری قطعیت و یقین کے ساتھ معلوم نہ کر سکیں۔ چنانچہ ایک موقع پر نشانیاں طلب کرنے والے کفار کے جواب میں ارشاد ہوا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (یونس)	اے محمد صلعم کہدیجئے کہ غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے پس تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

دیکھیے اس آیت میں مستقبل کے منتظرہ واقعات کو غیب کہا گیا ہے اور ایک جگہ فرماتا ہے:۔

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (لقمان)	کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آیندہ سے متعلق قطعی و یقینی پیشنگوئیاں بھی امورِ مغیبہ میں داخل ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے امورِ مغیبہ سے بھی مطلع کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں قیامت کی پیشنگوئی متعدد مقام پر کئی طریقے سے پوری قطعیت کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور اس کی بعض تفصیلات تک بیان کردی گئی ہیں یہاں تک کہ قیامت کا یقین رکھنا اصولِ اسلام میں داخل ہے اور ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم۔ چونکہ یہ عام تام مسئلہ ہے اس لیے ہم قیامت سے متعلق آیات و احادیث کو یہاں جمع کرنا موجب طوالت سمجھتے ہیں۔

اور ایک موقع پر فتح مکہ کے متعلق پیشنگوئی کی گئی ،۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (قصص)	بیشک جس نے آپ پر (تبلیغ) قرآن فرض کی البتہ لوٹائے گا آپ کو معاد کی طرف۔

روایت سے ثابت ہے کہ یہ پیشنگوئی بھی فتح مکہ کے موقعہ پر پوری ہوئی۔

اور ایک روایت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر آنحضرت صلعم اپنے صحابہؓ کے ساتھ میدانِ جنگ کو تشریف لے گئے اور ہونیوالی جنگ کی تفصیلات بیان فرمانے لگے کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ یہ ابوجہل کا مقتل ہے۔ یہاں قریش کا فلاں سردار مارا جائے گا۔ اور اس جنگ میں فتح ہماری ہے۔

مقامِ غور ہے کہ یہ کیسی عجیب و غریب پیشنگوئی تھی تین ساڑھے تین سو نیم مسلح، بے سروسامان سپاہیوں کا سردار۔ ایک ہزار سے زیادہ جنگی عصری آلات سے مسلح باقاعدہ فوج کی شکست اور اس کے افسروں کے قتل کی تفصیل بیان کر رہا ہے۔

صحابہؓ کہتے ہیں کہ جس سردار قریش کے لیے آپ نے جو جگہ مقرر فرمادی تھی وہیں

اس کی لاش خون و خاک میں لتھڑی پائی گئی (صحیح بخاری و مسلم غزوۂ بدر)

آنحضرت صلعم اپنی وفات کے متعلق ایسی خبریں مسلسل دے رہے تھے جن سے صحابہؓ نے سمجھا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا زمانہ قریب ہے چنانچہ حجۃ الوداع سے پہلے حضرت معاذؓ کو مبلغ اسلام بنا کر یمن بھیجا تھا اور اُن کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔ معاذؓ اب اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو گے۔ واپس آو گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گذرو گے۔ یہ سن کر وہ رونے لگے (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۵)

ہماری اِس مختصر توضیح سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلعم کو ہر قسم کے امورِ مغیبہ سے واقف کرایا ہے۔

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں آنحضرت صلعم کے بیان کیے ہوئے جتنے امورِ مغیبہ ہم نے پیش کیے ہیں "فاضل مقالہ نگار" اُن کو کس طرح "چنداں ناقابلِ لحاظ" ثابت کرتے ہیں!!! یقیناً ناظرین کرام خود محسوس فرمائیں گے کہ اُنھوں نے بڑی فاحش غلطی کی ہے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب بقول "نگار" "خود حضرت رسول اللہ نے اپنے کو عِلم غیب ہونے سے صراحتہً انکار کیا ہے" تو مقالہ نگار صاحب کو چاہیئے تھا کہ ساری نوعیتوں کے امورِ مغیبہ سے متعلق روایات کو ناقابلِ لحاظ قرار دیتے صرف پیشگوئیوں کی روایات کو کیوں مخصوص کر دیا؟!!! کیا اُنھیں دوسری اقسامِ مغیبہ (جن کا ہم نے بھی مختصر بیان کیا ہے) سے متعلق روایات کا علم نہ تھا؟!!!

غرض یہ ثابت اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے امورِ مغیبہ سے واقف کرایا گیا تھا اور اسی طرح آپ کو حضرت مہدی موعود علیہ اسلام کی بعثت سے بھی مطلع کیا گیا جس طرح کہ انبیاء سابقین کو خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت سے آگاہ کیا تھا۔ اسی لیے آنحضرت صلعم نے حضرت مہدیؑ کی ضرورت و بعثت سے متعلق کئی موقعوں پر کئی طریقے سے اہمیت اور تفصیل کے ساتھ خبریں دی ہیں چنانچہ دارقطنی، طبرانی، ابونعیم، حاکم وغیرہ محدثین نے ابن مسعود کی روایت بیان کی ہے کہ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَا یَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یبعث اللّٰہ تَعَالٰی رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِی اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِی الخ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو مبعوث نہ کرے جو میرے اہل بیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کے جیسا ہوگا۔ الخ

امامِ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَمْلِکَ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ الخ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مالک نہ ہوجائے۔

اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

عَنْ زِرٍّ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ وَّاحِدٌ لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذَالِکَ الْیَوْمَ حَتّٰی یَبْعَثَ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِی اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاِسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ۔

عبداللہ بن زر رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بالفرض دنیا ختم ہونے کو ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس ایک ہی دن کو اتنا طویل فرما دیگا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہوجائے جس کا نام میرے نام اور جسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مشابہ ہوگا۔

اس حدیث میں خصوصاً "لَطَوَّلَ اللّٰہُ ذَالِکَ الْیَوْمَ" کے الفاظ ضرورتِ بعثت کی

قطعیت کو ثابت کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن سے زمانِ بعثت کا بھی علم ہو سکتا ہے چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں عبد اللہؓ بن عباسؓ سے اور کنز العمال میں حضرت علیؓ سے اور مشکوٰۃ شریف میں باختلاف الفاظ یہ روایت مروی ہے کہ:۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم لَنْ تَھْلِکَ اُمَّۃٌ اَنَا فِی اَوَّلِھَا وَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ فِی آخِرِھَا وَالْمَھْدِیُّ فِی وَسْطِھَا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی (کیونکہ) میں اس کے شروع میں ہوں اور عیسٰی بن مریم اس کے آخر میں ہیں اور مہدی درمیان میں ہیں

اس روایت سے نہ صرف زمانِ بعثت ظاہر ہوتا ہے بلکہ مہدی علیہ السلام کا حضرت رسول اکرم صلعم کی طرح دافع ہلاکت امت ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

اس کے علاوہ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے مہدی علیہ السلام کا خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ "العرف الوردی فی اخبار المہدی" میں ابن ماجہ اور حاکم اور ابونعیم کے حوالے سے حضرت ثوبانؓ کی جو روایت لکھی ہے یہ الفاظ بھی ہیں:۔

ثُمَّ یَجِیْئُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ فَاْتُوْہُ فَبَایِعُوْہُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ۔

پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا پس جب تم اس کی خبر سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کرو۔ اگرچہ کہ تمہیں برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے۔ کیونکہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے

اس حدیث شریف سے صاف ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں اور ان کی بیعت فرض ہے۔ کیونکہ "فَبَایِعُوْہُ" کا مستفاد یہی ہے۔ اور "لَوْ حَبْوًا"

عَلَی الثَّلجِ" کے الفاظ "تاکید اکید" اور "فَاِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ" کے الفاظ "توجیہ فرضیت پر دلالت کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ایسی روایت بھی ملتی ہے جس سے حضرت مہدی علیہ السلام کا "معصوم عن الخطا" ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اکابر سلفِ صالحین اہل سنت نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْمَہْدِیُ مِنِّیْ یَقْفُوْا اَثَرِیْ وَلَا یُخْطِیْ۔

مہدی میری اولاد سے ہوگا میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا۔

شیخ اکبر محی الدینؒ ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے باب (۳۶۶) میں تحریر فرمایا ہے کہ

مَانَصَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِمَامٍ مِنْ اَئِمَّۃِ الدِّیْنِ یَکُوْنُ بَعْدَہٗ یَرِثُہٗ وَیَقْفُوْا اَثَرَہٗ وَلَا یُخْطِیْ اِلَّا الْمَہْدِیْ خَاصَّۃً فَقَدْ شَہِدَ بِعِصْمَتِہٖ فِیْ اَحْکَامِہٖ کَمَا شَہِدَ الدَّلِیْلُ الْعَقْلِیْ بِعِصْمَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلعم نے کسی امام کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ وہ میرے بعد وارث ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا مگر خاص مہدی کی بابت میں فرمایا ہے۔ پس آنحضرت صلعم نے مہدیؑ اور احکام مہدیؑ کی عصمت کے بارے میں اسی طرح شہادت دی ہے جس طرح کہ خود آنحضرت صلعم کی عصمت پر دلیل عقلی شاہد ہے۔

علامہ طحطاوی حاشیہ در المختار میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اَلْمَہْدِیُ لَیْسَ بِمُجْتَہِدٍ اِذِ الْمُجْتَہِدُ یَحْکُمُ بِالْقِیَاسِ وَھُوَ یَحْرُمُ عَلَیْہِ الْقِیَاسُ

مہدیؑ مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد کے احکام قیاسی ہوتے ہیں اور مہدیؑ کے لئے[1] قیاس حرام ہے اسی لیے

[1] کیونکہ مہدیؑ خلیفۃ اللہ ہے جس کی اہم خصوصیت "استفاضہ و افاضہ" ہوتی ہے۔ اسلئے انکو قیاس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی چنانچہ امامنا حضرت سید محمد جونپوریؑ فرمایا کرتے تھے کہ عُلِّمْتُ مِنَ اللّٰہِ بِلَاوَاسِطَۃٍ جَدِیْدًا الْیَوْمَ (مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزانہ بلا واسطہ نئی تعلیم ہوتی ہے۔

لِاَنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَهُوَ لَا يُخْطِئُ
قَطُّ فَاِنَّهُ مَعْصُوْمٌ فِيْ اَحْكَامِهٖ
بِشَهَادَةِ النَّبِيِّ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى عَدَمِ
جَوَازِ الْاِجْتِهَادِ فِيْ حَقِّ الْاَنْبِيَاءِ

مجتہد خطا کرتا ہے اور مہدی سے ہرگز خطا نہیں ہوتی کیونکہ
وہ اپنے احکام میں معصوم ہے جس کی شہادت رسول اللہ صلعم
نے بھی دی ہے اور آنحضرت صلعم کی یہ شہادت اس امر پر
مبنی ہے کہ انبیاء و خلفاء الٰہی کیلئے اجتہاد جائز نہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانی نے چشمہ پر ایک درخت کا نقشہ کھینچتے ہوئے شریعت اور احکام کی تصویر ان الفاظ میں بیان کی ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام کو معصوم عن الخطا ثابت کیا ہے۔

فَانْظُرْ يَا اَخِيْ اِلَى الْعَيْنِ الَّتِيْ فِيْ
اَسْفَلِ الشَّجَرَةِ وَاِلَى الْفُرُوْعِ وَالْاَ
غْصَانِ وَالثِّمَارِ تَجِدُهَا كُلَّهَا
مُتَفَرِّعَةً مِنْ عَيْنِ الشَّرِيْعَةِ
فَالْفُرُوْعُ الْكِبَارُ مِثَالُ اَقْوَالِ
اَئِمَّةِ الْمَذَاهِبِ وَالْفُرُوْعُ الصِّغَارُ
مِثَالُ اَقْوَالِ اَكَابِرِ الْمُقَلِّدِيْنَ وَالْاَ
غْصَانُ الْمُتَفَرِّعَةُ عَنْ جَوَانِبِ
الْفُرُوْعِ مِثَالُ اَقْوَالِ طَلَبَةِ هٰؤُلَاءِ

اے بھائی اس چشمہ کو دیکھو جو درخت کے نیچے ہے اور ان
پھاٹوں شاخوں اور پھلوں کو بھی دیکھو جو سب کے سب
اسی چشمۂ شریعت سے بہرہ ور ہیں۔ بڑے بڑے پھاٹے
ائمہ مذاہب[1] (اربعہ) کے اقوال کی مثال ہیں اور چھوٹی
چھوٹی ڈالیاں اکابر مقلدین کے اقوال کی مثال ہیں جو
ڈالیاں شاخ در شاخ ہیں وہ انہیں مقلدین کے
تلامذہ کے اقوال کی مثال ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی ڈالیوں
پر سرخ نقاط جو دکھائے گئے ہیں، اقوال علماء کے ان
مسائل متفرعہ کی مثال ہیں جو خروج مہدی علیہ السلام تک

[1] اسی لیے اختلاف ائمہ اربعہ کے باوجود مقلدین ائمہ کے پاس یہ مسلم ہے کہ:۔ الحق دائرٌ بین الائمۃ الاربعۃ یعنے حق چاروں ائمہ میں دائر ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ ان چاروں ائمہ پر "اہل سنت" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اہل سنت کا اطلاق صرف حنفیوں سے مخصوص کر دینا غلطی ہے!!! اور اسی لیے مذہب مہدویہ میں چاروں ائمہ کی تقلید جائز ہے اور ان میں جس کا مسئلہ عالیت (عزیمت) کہتا ہو اس پر عمل ضروری قرار دیا گیا ہے اور مہدوی جب کبھی موافقت اہل سنت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد صحابہؓ و اکابر خیر القرون ہوتے ہیں یا وہ ائمہ و اولیاء و علمائے دین متین، جو سیدنا امامنا علیہ السلام کے دعوئے مہدیت سے قبل گزرے ہوں۔ محمود

اَلْمُقَلِّدِينَ۔ وَالنُّقَطُ الْحُمْرَةُ الَّتِي فِي أَعَالِي الْأَغْصَانِ الصِّغَارِ مِثَالُ الْمَسَائِلِ الْمُسْتَخْرَجَةِ مِنْ أَقْوَالِ الْعُلَمَاءِ فِي كُلِّ دَوْرٍ مِنْ أَدْوَارِ الزَّمَانِ إِلَىٰ أَنْ يَخْرُجَ الْمَهْدِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَبْطُلُ فِي عَصْرِهِ التَّقْيِيدُ بِالْعَمَلِ بِقَوْلِ مَنْ قَبْلَهُ مِنَ الْمَذَاهِبِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ أَهْلُ الْكَشْفِ وَيُلْهَمُ الْحُكْمَ لِشَرِيعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُكْمَ الْمُطَابَقَةِ بِحَيْثُ لَوْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُودًا لَأَقَرَّهُ عَلَىٰ جَمِيعِ أَحْكَامِهِ۔ كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ فِي حَدِيثِ ذِكْرِ الْمَهْدِيِّ بِقَوْلِهِ يَقْفُو أَثَرِي وَلَا يُخْطِي (المیزان جلد ۱ فصل ۲۹)

ہر زمانے میں پائے جاتے رہیں گے۔ اور جب مہدی علیہ السلام کی بعثت ہو جائے گی تو) مہدی علیہ السلام کے زمانے میں اُن سے پہلے کے سارے مذاہب کی تقیید بالکل باطل ہو جائیگی جیسا کہ ارباب کشف نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ اور مہدی علیہ السلام) ایسے احکام بیان کرینگے جو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مطابق ہوں گے۔ اس طرح کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہوں تو مہدی علیہ السلام کے تمام احکام (کی صداقت) کا اقرار کریں گے جیسا کہ اس بات کا اشارہ ذکر مہدیؑ کی حدیث میں بھی پایا جاتا ہے جو حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ:۔ وہ میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہ کرے گا۔"

غرض حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق جتنی کثیر احادیث پائی جاتی ہیں اتنی کثرت کسی دوسرے مسائل کے بارے میں کم ملے گی برزنجی نے "اشاعۃ فی اشراط الساعۃ" میں لکھا ہے کہ:۔

ل۔ چنانچہ سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوریؒ نے بھی اپنی مہدیت کی صداقت کے ثبوت کا یہی معیار قرار دیا ہے اور بار بار تاکید اکید کے ساتھ فرماتے تھے کہ:۔ اگر کسے خواہد کہ صدق ما را معلوم کند باید کہ در کتاب اللہ و کلام رسول اللہؐ صدق ما را بجوید!!

وَاعْلَمْ اَنَّ الاحادیث الوَارِدَۃَ فیہ علیٰ اختلافِ روایاتِہا لا تَکَادُ تَنْحَصِرُ وَلَو تعرّضنا لِتفصیلہا لَطَالَ الکتابُ وَخَرَجَ عَنْ مَوْضُوعِہا

واضح ہو کہ مہدی علیہ السلام سے متعلق مختلف احادیث اتنی کثیر وارد ہوئی ہیں کہ ان کا حصر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہم اس کی تفصیل کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی اور یہ اُس کا موضوع بھی نہیں۔

جب علماء حدیث و اصول نے احادیث کی اتنی کثرت دیکھی اور سب حدیثوں کو بعثتِ مہدی کے بارے میں متفق پایا تو انھوں نے مسئلۂ مہدیت کو تواترِ معنوی کے درجے میں داخل کر لیا چنانچہ علّامہ قاضی منتجب[۱] الدین نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

اَمَّا مَا اختَارَہُ السَّلَفُ وَاتَّفَقُوا فی شانہٖ فَقَد ذَکَرَہ فی القُرطبی وَقَد تَوَاتَرَتِ الاَخبارُ وَاستَفَاضَتْ بِکَثرَۃِ رُوَاتِہَا عَنِ النبی صلی اللہ علیہ وَسَلَّم فی المہدی (مخزن الدلائل)

بہر حال سلف نے جو اختیار کیا اور مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو اتفاق کیا ہے وہ قرطبی میں مذکور ہے "مہدی علیہ السلام سے متعلق جو حدیثیں ہیں اپنے راویوں کی کثرت کی وجہ تواتر کے درجے کو پہنچ گئی ہیں۔

شیخ ابن حجر ہیثمی نے "القول المختصر" میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

[۱] شریعت پناہ علّامہ قاضی منتجب الدین جونیری رضؓ جونیر علاقہ خاندیس میں منصب قضاءت پر مامور تھے اور صاحب باطن بھی تھے۔ انھیں الہام ہوا کہ مہدی موعودؑ کا ظہور ہوا ہے۔ فوراً قضاءت چھوڑ کر نکل گئے۔ اُن دنوں سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی علیہ السلام شہر بیدر (ضلع حیدر آباد دکن) میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ جہاں بیدر کے قاضی علاء الدین حضرت شیخ مومن توکلی مولانا ضیاء الدینؓ وغیرہ مقامی علماء کے علاوہ حضرت قاضی منتجب الدینؓ بھی یہاں پہنچکر تصدیق سے مشرف ہوئے اور ترک دنیا کر کے ساتھ ہو گئے۔
قاضی صاحب نے ثبوت مہدیت پر عربی زبان میں ایک رسالہ "مخزن الدلائل" تصنیف فرمایا ہے۔ محمود

قَالَ بعضُ ائمّةِ الحفّاظِ اَن کَونَ المھدیِ مِن ذُرّیۃ عَلَیہ السلام تواترت عَنہُ عَلَیہ السلام۔

بعض حفاظ ائمہ حدیث نے فرمایا ہے کہ مہدی کا آلِ رسول علیہ السلام سے ہونا حضرت رسول اللہؐ سے تواتراً مروی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "لمعات شرح مشکوٰۃ" کے باب الساعۃ میں لکھا ہے کہ:۔

قَدْ وَرَدتْ فیہِ الْاَحادیث کثیرۃٌ متواترۃُ الْمعْنٰی۔

مہدی علیہ السلام کے بارے میں متواتر المعنی کثیر احادیث وارد ہیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ:۔

قَدْ تَظَاھَرتِ الَاحادیثُ الْبَالِغَۃ حدّ التواترِ معنًا فی کونِ المھدیِ من اھل البیتِ من وَلدِ فاطمۃ ؓ

حضرت مہدی علیہ السلام کے اہل بیت رسول اللہ صلعم اولادِ فاطمہ سے ہونے کی احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔

بحرالعلوم عبدالعلی ملکِ العلماء نے اشراط الساعۃ میں لکھا ہے کہ:۔

احادیثے کہ دال اند بر خروج امام مہدیؑ کثیر اند کہ مُبلغ آں بتواتر رسیدہ۔

مہدیؑ کی بعثت پر دلالت کرنے والی احادیث اتنی کثیر ہیں کہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں۔

اکابر اہل سنت اور علماء حدیث و اصول کے ایسے بہت سارے اقوال ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی بعثت کی احادیث تواتر معنوی ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے۔ کیونکہ اس نوع کی سب احادیث ایک زبان ہیں البتہ اختلاف ہے تو آثار و علامات میں ہے۔ اسی لیے علماء کرام نے صرف مجیٔ مہدیؑ یعنے ضرورت و بعثتِ مہدی اور فاطمی النسل ہونے کو حدِ تواتر میں

داخل کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو چیز تواتر کے درجے میں ہو اس سے قطعی و یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔ جس کا انکار نقل و عقل کے خلاف ہے۔ محدث علّامہ حافظ ابن حجر مکی نے "شرحِ نُخبَۃُ الفکر" میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

وَهٰذَا كَونُ المتواترِ مفيداً لِلعِلمِ اليقينِ وَهوالمعتمدلِاَنَّ خَبَرَ المتواترِ يُفيدُ العِلمَ الضرورى وَهُوالذى يَضطَرُّ الاِنسانُ اِليه بحيث لايمكنه دفعهٗ

متواتر سے علم یقین کا فائدہ ہوتا ہے اور لائق اعتبار ہے کیونکہ خبر متواتر علم ضروری کا ایسا فایدہ دیتی ہے کہ جس کو ماننے پر ہر آدمی مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کا رد کرنا ممکن نہیں۔

اور اصول فقہ کی معتبر کتاب "اصول الشاشی" میں (جو آج تک داخلِ نصاب بھی ہے) لکھا ہے کہ:۔

ثُمَّ المتواترُ يُوجِبُ العِلمَ القَطعِىَّ وَيكونُ رَدُّه كُفراً۔

حدیث متواتر سے علم قطعی واجب ہوتا ہے اور اس کا رد کرنا کفر ہے۔

اب ناظرینِ کرام اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ کیسی مہتم بالشان پیشنگوئی ہے۔ جس طرح قیامت وغیرہ پیشنگوئیوں پر اعتقاد لازم ہے اسی طرح بعثتِ مہدی علیہ السلام کی پیشنگوئی بھی ناقابلِ انکار ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سلفِ صالحین اہلِ سنت کا پیرو ایسی مستند و مستحکم پیشنگوئی سے ہرگز روگردانی نہیں کر سکتا۔ اور ہم جب مومن ہیں تو مومن کی شان یہی ہونا چاہئیے کہ:۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤمِنُ بِاللهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الحَقِّ۔

اور ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ پر اور ہر اس چیز پر جو اللہ کی طرف سے آئے ایمان لائیں۔

افسوس ہے کہ نیاز صاحب نے تو صرف حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق پیشگوئی ہی کو نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام پیشنگوئیوں کو چند اں ناقابل لحاظ کہدیا ہے۔ اور اس زعم باطل کی بنا اپنی اس غلط فہمی پر رکھی ہے کہ "خود رسول اللہؐ نے صراحتہً فرما دیا ہے کہ مجھے علم غیب نہیں۔"

ہم یہاں ناظرین کرام کو یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مقالہ نگار صاحب سے ایسی غلطی کیوں واقع ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے دوسروں کے خیالات کا اقتباس کرنے اور خود اپنی رائے قائم کرنے میں اصول تحقیق کا کوئی لحاظ نہیں رکھا محض اعتراض کی دھن میں جو جی چاہا لکھدیا۔ چنانچہ مسئلہ مہدیت کی نسبت ابن خلدون کے خیالات کی پیروی کی ہے۔ اور مذہب مہدویہ کی نسبت غالباً "ہدیہ مہدویہ" سے استفادہ کرکے غلط بیانیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں اور لطف یہ کہ صرف پیروی ہی نہیں کی بلکہ دو قدم آگے نکلنے کی کوشش کی ہے۔

حالانکہ پہلے غور کر لینا چاہئے تھا کہ ابن خلدون نے جن روایات متعلقہ حضرت مہدی علیہ السلام پر جرح کی ہے کس حد تک اصول و ضوابط کے مطابق ہے وہ بھی ایسی صورت میں جب کہ اکابر اہل سنت نے اُن روایات کو تواتر معنوی تسلیم کر لیا ہو۔

اگر وہ اس کی تحقیق کرتے تو معلوم ہوتا کہ روایاتِ متواترہ کے راویوں کے ضعف و قوت سے بحث نہیں کی جاتی اور ایسا کرنا اصول حدیث کے بھی خلاف ہے۔ دیکھئے محدث علامہ حافظ ابن حجر مکی شارح بخاری شریف نے "شرح نخبۃ الفکر" میں تحریر فرمایا ہے۔

وَالمتواترُ لَا یُبحثُ عن رجالہٖ	خبر متواتر کی شان یہ ہے کہ اسکے راویوں سے

بل یجب العمل بہ من غیر بحث لایجابہ الیقین وان ورد عن الفساق بل عن الکفرۃ

(ماخوذ از ابراز الوہم المکنون)[1]

بحث نہیں کی جاسکتی بلکہ اس پر بغیر بحث کے عمل کرنا واجب ہے کیونکہ خبر متواتر موجب یقین ہوتی ہے اگرچہ وہ روایت فاسقوں بلکہ کافروں سے ہوئی ہو۔

اور غور کرنا چاہیے تھا کہ سلف الصالحین اہل سنت واکابر علماء اصول حدیث واصول فقہ کے مسلمہ ضابطوں کے مقابلے میں کیا ایک مورخ کے قول اور اس کی ذاتی رائے کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔؟!!!

اسی طرح جب مذہب مہدویہ پر خامہ فرسائی کی ضرورت پیش آئی تو نیاز صاحب کا اصولی کام یہی تھا کہ مہدویہ کے معتقدات ومسلمات کو حاصل کرکے اِن پر نقد وتبصرہ کرتے۔ اس کے بجائے اگر انھوں نے ایسی کتاب سے استفادہ کیا جس کا کوئی صفحہ اور کوئی سطر مخاصمانہ انداز سے خالی نہیں۔ حالانکہ ایسے موقع پر ایک دانشمند اور اصولی آدمی کی نظر ضرور کھٹک جاتی ہے اور ایسی کتاب پر سے بغیر تحقیق کسی کو مورد الزام بنانے کی جرءت نہیں کرتا۔ کیونکہ دنیا کا کوئی قانون اور ضابطہ ایسا نہیں ہے کہ صرف خصم کے بیان پر فیصلہ ہو! اگر مقالہ نگار صاحب نے کوئی ایسا ضابطہ تراش بھی لیا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اُن مخاصمین ومعاندین کے متعلق کیا کہہ سکیں گے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلط بیانیاں

[1] ۔ حال میں مطبعۃ الترقی دمشق شام سے عربی زبان میں ایک کتاب "ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون" شایع ہوئی ہے جس میں ابن خلدون کی جرح احادیث مہدی پر بحث کرکے ابن خلدون کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں۔ یہ کتاب بمبئی کے کتبخانے سے بھی مل سکتی ہے۔

اور بے جا تحریفات کرتے ہیں۔!!!

غرض مقالہ نگار صاحب نے جذباتی رو میں ایسی بے اصولی اور بے احتیاطی کی کہ انھیں احادیث متواترہ اور آیات واضحہ کا بھی لحاظ نہ رہا اور مذہب مہدویہ مسئلۂ مہدیت اور علم غیب کے سمجھنے اور بیان کرنے میں غلطیاں کیں۔

واضح ہو کہ اس رسالہ میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "علم غیب" اور "پیشگوئیوں" سے متعلق بحث کی گئی ہے اور مسئلۂ مہدیت اور مذہب مہدویہ سے متعلق جو اعتراض نیاز صاحب نے کیے ہیں اس کا جواب ایک کتاب میں شایع ہوا ہے۔ جس کا نام "تنویر الابصار" بجواب اعتراضات رسالہ نگار ہے۔ فقط

ضمیمہ ۸۶

ایک قابلِ ذکر بات

ہمارا یہ مضمون مہدویہ کے پاس نامکمل سمجھا جائے گا اگر ہم سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام سے متعلق کچھ عرض نہ کریں۔ کیونکہ جب آپ نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو آپ کی صداقت کو اسی معیار۔ اور اصول پر جانچنا ہوگا جن اصول و معیار پر ہم انبیاء علیہم السلام کی صداقت کو ثابت کرتے ہیں۔ آپ میں خلیفۃ اللہ کی "صفات" اور "استغنا و افاضہ" کی خصوصیات بھی ضرور پائی جانی چاہیئے۔

اور جب یہ صفات و خصوصیات موجود ہوں تو آپ پر امورِ مغیبہ بھی ضرور منکشف ہونا چاہیئے!!! چنانچہ ہم مہدویہ کی مستند و معتبر کتبِ سیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخبارِ مغیبہ بھی کچھ کم نہیں!

حالانکہ آپ نے بھی حضرت رسول اللہ صلعم کی طرح صراحتہً "فرمادیا ہے کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں" روایت ہے کہ:۔

ایک دفعہ آپ کے بیانِ قرآن کی مجلس میں ہزارہا آدمی آپ کی دعوت الی اللہ اور بیانِ رموز و نکات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ چند آدمیوں کی ایک جماعت بھی آموجود ہوئی۔ اور آزمائش کے طور پر ہر آدمی نے اپنے دل میں ایک نئی بات سوچ رکھی تھی کہ آپ کو آزمائیں کہ آپ دلوں کی مخفی بات بیان کرسکتے ہیں یا نہیں؟ جب یہ لوگ

بیٹھ چکے تو امامنا علیہ السلام نے ان کی طرف التفات فرماتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ( )	میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔

اور یہ واضح کر دیا کہ "خلیفۃ اللہ عالم الغیب نہیں ہوتا" بلکہ وہی بات سناتا ہے جس کو سنانے کا اسے منجانب اللہ حکم ہو۔!!!

غرض اس سے پہلے ہم نے امورِ مغیبہ کے اقسام[1] بیان کر دیے ہیں یہاں انھیں اقسام کے تحت حضرت امامنا علیہ السلام کے چند اخبارِ مغیبہ بیان کیے دیتے ہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبارِ مغیبہ سے بالکل مطابق ہیں۔

(۱) پہلی صورت "خارج عن الادراک والمحسوسات" امور سے متعلق بیان کی گئی تھی۔ ملاحظہ ہو ایسے امور کا علم حضرت امامنا علیہ السلام کو بھی عطا کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

ایں جا جبرئیل ہست اما دعوے جبرئیل نیست۔	یہاں بھی جبرئیل ہیں لیکن دعوئے جبرئیل نہیں ہے (وحی کا دعویٰ نہیں ہے)

نیز روایت ہے کہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ:۔

"جس طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ ہزار نشان والے فرشتے

---

[1] بہتر ہوگا کہ ناظرین کرام پچھلے صفحوں پر اقسام مغیبہ سے متعلق حصہ مضمون کو پھر ایک بار ملاحظہ فرمالیں تاکہ یہاں۔ طابقت کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

رہا کرتے تھے اُسی طرح بحکم خدا اور بمصداق رسولؐ خدا (یقفوا اثری ولا یخطی) آئمہؑ کے ساتھ بھی رہا کرتے ہیں۔"

نیز روایت ہے کہ :۔

قیام فراہ علاقۂ خراسان کے زمانے میں امامنا علیہ السلام رچ کی جامع مسجد کو آخری نماز جمعہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک مقام پر ٹھہر گئے ساتھیوں نے عرض کی حضرت! یہاں ٹھہرنے میں کیا مصلحت ہے؟ آپ نے فرمایا ملائک نور کے طبقات کے ساتھ نازل ہو رہے ہیں اور حکم خداوندی ہو رہا ہے کہ تمھارے لیے یہ مقام ہم نے متبرک قرار دیا ہے یہیں ٹھہر جاؤ۔ بعد میں یہی مقام آپ کا مدفن قرار پایا۔

اِن روایات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرشتوں سے بھی واقف فرمایا تھا۔

۲۔ دوسری صورت گزشتہ واقعات سے متعلق بیان کی گئی تھی۔ روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کو اس قسم کے امورِ غیبیہ سے بھی واقف کرایا گیا ہے چنانچہ روایت ہے کہ :۔

حضرت امامنا فرمودند "حق تعالیٰ بندہ را مراتب و مقاماتِ جمیع انبیاء و اولیاءٔ و مومنین و مومنات و احوال جملہ موجودات ہمچناں معلوم کردہ است کہ چنانچہ کسے دانہ خرول در دست دارد ہر طرف

امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے بندے کو تمام انبیاء و اولیاء اور سارے مومنین کے مراتب و مقامات اس طرح معلوم کیا ہے جیسے کہ کوئی شخص رائی کا دانہ ہتھیلی پر رکھ کر ہر طرف پھیر پھیر کر